اکائی: 5 طٰہٰ حسین

اکائی کے اجزاء

5.1 مقصد

5.2 تمہید

5.3 ماحول

5.4 شخصی تعارف

5.5 علمی خدمات

5.6 اعلیٰ تنقیدی مقام

5.7 اعتراضات

5.8 خلاصہ

5.9 نمونے کے امتحان سوالات

5.10 مطالعے کے لیے معاون کتابیں

5.11 مشکل الفاظ کی فرہنگ

5.1 مقصد

بیسوی صدی عیسوی میں عربی زبان وادب کی نا قابل فراموش شخصیات میں ایک ممتاز نام طٰہٰ حسین کا بھی ہے۔ طٰہٰ حسین نے جس دور میں آنکھیں کھولیں، اُس دور میں مصر کی سرزمین سے عربی زبان وادب کی بڑی بڑی شخصیات نمودار ہورہی تھیں۔ ایسے دور میں امتیازی شان پیدا کرنا اور کسی علمی حیثیت سے خود کو ممتاز کر لینا بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ طٰہٰ حسین نے آنکھوں سے معذور ہونے کے باوجود اپنے اندر یہ امتیاز پیدا کیا اور عربی زبان وادب کی تاریخ میں ہمیشہ کے لیے جاوداں ہوگئے۔ اس لیے اُن کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے۔

اس اکائی کے ذریعے ہم طٰہٰ حسین کی زندگی علمی خدمات اور ادبی تنقیدی مقام کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

5.2 تمہید

ڈاکٹر طٰہٰ حسین بیسوی صدی عیسوی کے اُن مایہ ناز ادباء میں تھے، جو مصر کی سرزمین سے اٹھے اور اپنی خدمات کے انمٹ نقوش قائم کیے۔ اُن کی خدمات کا جائزہ لینے والوں نے انھیں ایک صاحبِ طرز انشاء پرداز، ادیب، مؤرخ، سوانح نگار، فلسفی اور ایک نسل کے مربی کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ طٰہٰ حسین کی متنوع خدمات نے اُن کی شخصیت میں بڑی تہ داری اور بہت وزن پیدا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی شستہ وشائستہ تحریروں اور شان دار اسلوبِ تحریر کے عام اعتراف کے ساتھ اُن کے بعض نظریات پر ہمیشہ گرفت کی گئی ہے۔ اپنے مختلف فیہ خیالات کی وجہ سے اُن کے فکری وعلمی سرمایے کے مطالعے میں تو محتاط رویہ اختیار کیا جاتا ہے، لیکن زبان وبیان اور طرز واسلوب کے معاملے میں اُن کو ہمیشہ ایک بلند پایہ استاد ومربی کی حیثیت سے دیکھا گیا ہے۔

مختلف موضوعات پر گراں قدر سرمایہ چھوڑنے کی وجہ سے عربی زبان وادب کا کوئی طالب علم اُن سے سرسری طور پر نہیں گزر سکتا۔

5.3 ماحول

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عباس محمود عقاد اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین ایک ہی سال میں پیدا ہوئے۔ اس طرح جس ماحول میں عقاد نے آنکھیں کھولیں اُسی ماحول میں طٰہٰ حسین پیدا ہوئے۔ دونوں کو عملی زندگی میں اترنے کے لیے بھی یکساں ماحول حاصل ہوا۔

عباس محمد عقاد نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں وہ ماحول دنیا کی تاریخ میں مختلف حیثیتوں سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ عالم اسلام میں خلافت عثمانیہ جاں بہ لب تھی۔ پے درپے جنگوں کے نتیجے میں وہ پوری طرح ٹوٹ چکی تھی اور دیکھنے والے دیکھ رہے تھے

کہ اب خلافت عثمانیہ کا زوال یقینی ہے۔ خلافت کے زیر انتظام علاقوں میں سے مختلف علاقوں پر قبضہ جمانے کے لیے عالمی طاقتیں باہم دست و گریباں تھیں۔ اٹھارہ سو بیاسی میں خدیویت مصر برطانیہ کا حصہ بن چکا تھا۔ مصر میں افراتفری کی کیفیت تھی۔ کچھ لوگ خلافت کے بقا کے لیے پرعزم تھے تو کچھ دوسری عالمی طاقتوں سے انضمام چاہتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کا میدان تیار ہو رہا تھا، جس کے واضح اثرات مصر میں بھی دیکھے جا رہے تھے۔ مختلف نظریات اور بالخصوص اسلام، کمیونزم اور سوشلزم کے درمیان شدید کشمکش جاری تھی۔ واضح رہے کہ یہی دور برصغیر میں بھی سخت اضطراب کا دور تھا، جس کے نتیجے میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کا وجود ہو رہا تھا۔

ایسے نازک دور میں عباس محمود عقاد کی ولادت ہوئی اور ماحول کے پورے اثرات سے متاثر ہوتے ہوئے ان کا علمی سفر شروع ہوا۔

5.4 شخصی تعارف

ڈاکٹر طٰہٰ حسین 1889 میں مصر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حسین بن علی ایک شوگر مل میں کام کرتے تھے۔ ابھی طٰہٰ حسین صرف 3 / سال کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک بڑی آزمائش میں مبتلا کر دیا، لیکن اس کے بدلے میں انھیں بہت کچھ عطا فرمایا گیا۔ یعنی زندگی کے تیسرے سال میں وہ بصارت سے محروم ہو گئے۔ عام طور پر اس طرح معذور بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ نہیں کی جاتی، لیکن طٰہٰ حسین کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔

انھیں ایک قریبی مکتب میں داخل کرایا گیا جہاں انھوں نے قرآن کریم حفظ کر لیا۔ اس کے بعد نابینا ہونے کی وجہ سے انھوں نے دوسرے بہت سے متون بھی حفظ کیے، جن میں خاص طور پر قدیم شاعری اور ادب و اسلامیات کے متون شامل تھے 1902ء میں ان کا داخلہ ازہر میں ہو گیا۔ ازہر میں انھوں نے اپنے وقت کے برے فاضل اور مشہور ماہر لغت سید علی مرصفی سے خاص طور پر استفادہ کیا اور ان سے خاص طور پر مبرد کی الکامل، ابوعلی کی الأمالی اور ابوتمام کی حماسہ پڑھی۔ اس طور سے ان کے رفقاء میں احمد حسن زیات، محمود زناتی شامل تھے۔

طٰہٰ حسین بچپن ہی سے تنک مزاج اور ضدی واقع ہوئے تھے۔ ازہر میں ایک استاد کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنے اور معافی نہ مانگنے کی وجہ سے انھیں ازہر کو چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد وہ احمد لطفی سید کی طرف متوجہ ہوئے جو کہ ان دنوں مشہور رسالے ''الجریدۃ'' میں مقالات لکھ کر لوگوں کو سیاست و اخلاق اور ادب و معاشرت میں جدت کی طرف بلا رہے تھے۔ وہ بھی اس رسالے سے وابستہ ہو گئے اور وہاں انھیں یعقوب صروف، شبلی شمیل اور فرح انطون جیسے مغرب پرست قلم کاروں کے قریب رہنے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ وہ بہت سے یوروپی اساتذہ کے دروس میں بھی ذوق شوق سے شرکت کرنے لگے اور ان کے افکار و نظریات سے آنکھیں بند کر کے متاثر ہونے لگے۔ گویا طٰہٰ حسین کی تعلیم و تربیت میں ایک طرف جامع ازہر کے علمی اور اپنے قدیم ورثے سے وابستگی کے ماحول

نے اپنا اثر دکھایا تو دوسری طرف وہ مغربی اساتذہ اور ان کے ذریعہ مغربی فلاسفہ سے شدید متاثر ہو کر تجدد کے علم بردار بننے لگے۔

1908 میں وہ الجامعہ المصریہ میں داخل ہوئے اور 1914 میں وہیں سے ابوالعلی معری پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔اس کے بعد یونی ورسٹی نے انھیں پہلی جنگ عظیم کے ماحول میں 1914 میں جنوبی فرانس کی ایک یونی ورسٹی میں بھیج دیا۔وہاں ایک سال قیام کر کے وہ مصر واپس آئے اور 3 /ماہ بعد 1915 میں پیرس چلے گئے۔ وہاں جا کر انھوں نے ابن خلدون کے سماجی نظریات پر دوسری پی ایچ ڈی کی اور یونانی اور لاطینی زبانیں بھی سیکھی۔1919ء میں وہ مصر واپس آئے اور الجامعہ المصریہ میں استاد ہو کر یونان وروم کی تاریخ کا درس دینے لگے۔اس موضوع پر آگے چل کر ان کی دو کتابیں ''صحف مختارہ من الشعر التمثیلی عبدالیونان'' اور ''نظامِ الاثینیین'' سامنے آئیں۔1922 میں انھوں نے نفسیات پر یورپ کی ایک مشہور کتاب کا ترجمہ ''روح التربیۃ'' کے نام سے کیا اور اسی سال مشہور اخبار السیاسۃ کے مدیر تحریر مقرر ہوئے۔1924ء میں وہ اسی یونی ورسٹی میں کلیۃ الآداب کے ڈین مقرر ہوئے اور جاہلی شاعری پر لیکچرز کا ایک سلسلہ بھی پیش کیا۔1926ء میں یہ لکچرز "في الشعر الاجاهلی" کے نام سے شائع ہوئے تو علمی وادبی حلقوں میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی۔

اس کتاب میں طٰہٰ حسین نے جاہلی شاعری اور ان کے مصادر کو شک کی نگاہ سے دیکھا، لہٰذا ان کے خلاف دینی حمیت کی وجہ سے علماء ازہر اور قومی حمیت کی وجہ سے سیکولر اور کمیونسٹ ادباء محاذ آرا ہوگئے۔آخر کار طٰہٰ حسین کو اس کے بعض مقامات کو حذف کر کے دوبارہ ''في الادب الجاهلي'' کے نام سے شائع کرنا پڑا۔لیکن کتاب کی روح میں کوئی خاص فرق واقعہ نہ ہوا۔اس لیے ان پر ہونے والے اعتراضات کا خاتمہ نہیں ہوسکا۔1929 میں ان کی آپ بیتی ''الایام'' کا پہلا حصہ منظر عام پر آیا اور اگلے سال 1930 میں انھیں دوبارہ فیکلٹی کا ڈین بنایا گیا۔واضح رہے کہ في الشعر الجاہلی پر ہونے والے ہنگامے کی وجہ سے انھیں ڈین کا عہدہ چھوڑنا پڑا تھا۔1932 میں اسمٰعیل صوقی کے دور میں 'زارت سے ہونے والے اختلافات کی وجہ سے انھیں یونی ورسٹی سے ہٹا کر وزارت تعلیم منتقل کر دیا گیا۔اور وہ مختلف عہدوں پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔اس درمیان ان کی متعدد اہم کتابیں منظر عام پر آئیں۔1950 میں مصر کے وزیر تعلیم وتربیت منتقل ہوے 1959 میں انھیں مصری حکومت کا سب سے بڑا ادبی اعزاز دیا گیا اور آکسفورڈ یونی ورسٹی نے انھیں ادب پر ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔1973 میں ایک سرگرم علمی وادبی زندگی گزار کر طٰہٰ حسین اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

5.5 علمی خدمات

5.5.1 تعلیم وتدریس

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی زندگی کا بڑا حصہ درس وتدریس اور تعلیمی خدمات کی انجام دہی میں گزرا۔اس طرح انھیں نئی نسل کو براہ راست مخاطب اور متاثر کرنے کا پورا موقع ملا۔

1919ء میں وہ الجامعۃ المصریۃ میں استاد مقرر ہوئے۔سماجیات کے ایک اہم جزو کی حیثیت سے تاریخ اُن کا اختصاصی

موضوع تھا۔تاریخ میں بھی انھیں خصوصی طور پر یونانی تاریخ وفلسفے سے مناسبت تھی۔اس لیے اُن کے حصے میں یونان وروم کی تاریخ کی تدریس آئی اور وہ ذوق وشوق کے ساتھ طلبہ کو پڑھانے لگے۔

1924 میں اسی یونی ورسٹی میں کلیۃ الآداب کے عمید مقرر کیے گئے۔اس کے بعد مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے جامعۃ الاسکندریۃ کے وائس چانسلراوروزارت تعلیم وتربیت میں مشیرِ خصوصی کے عہدوں پر فائز رہے۔آخر میں تعلیمی میدان میں اُن کی نمایاں خدمات کی وجہ سے 1950 میں انھیں وزیرِ تعلیم وتربیت بنایا گیا۔

اس طرح طٰہٰ حسین کو کئی دہائیوں تک تعلیم وتربیت کے میدان میں مختلف خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔اس میدان میں اُن کی مرحلہ وارترقی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہر مرحلے پر اپنی ذمے داریاں خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

5.5.2 ادب وتنقید

ادب اور تنقید ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی پوری علمی زندگی کا اہم مرکز ومحور رہا۔انھوں نے اپنی باتوں کو دنیا تک پہنچانے کے لیے جو اسلوب اختیار کیا تھا، وہ اتنا طاقت ور تھا کہ اُن کی ہر تصنیف میں ادبیت کا اعلیٰ نمونہ معلوم ہوتی ہے۔البتہ اُن کی بعض کتابیں خالص ادبی وتنقیدی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی اکثر کتابیں اپنے موضوعات کے لحاظ سے عرب دنیا کے لیے بالکل نئی تھیں۔اسی لیے وہ علمی وادبی حلقوں میں بحث ومباحثے کا موضوع بنیں اور نئے ادباء نے اُن کا گہرا اثر قبول کیا۔مثال کے طور پر صحف مختارة من الشعر التمثيلي عندالیونان، قصص تمثيلية، اندروماك، حافظ و شوقي، مع المتبني، من حديث الشعر والنثر ابوالعلا المعري اور في الشعرا الجاهلي۔

5.5.3 سیرت وسوانح

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنے معاصر مایہ ناز ادیب عباس محمود عقاد کی طرح سیرت وسوانح کو بھی اپنی قلمی جولانیوں کا مرکز بنایا۔ اگرچہ ان کا سوانحی ذخیرہ عقاد کی طرح وسیع نہیں ہے، لیکن اُن کے اپنے اسلوب اور مخصوص فکری رنگ کی وجہ سے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس ذیل میں لکھی گئیں اُن کی کتابیں علیٰ ھامش السیر ۃ (تین جلدیں)، الشیخان (تذکرۂ ابوبکر وعمر)، الفتنۃ الکبریٰ (سوانح عہد عثمانی)، علي وبنوه (تذکرۂ علی وحسنین) بہت مشہور ہوئیں اور ہاتھوں ہاتھ لی گئیں۔

5.5.4 نثر وانشا

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے ایک طرف مختلف موضوعات پر قلم اٹھا کر علمی دنیا کو مستفید کیا تو دوسری طرف انھوں نے اپنی دل کش نثر اور انشا پردازی کے ذریعے علمی دنیا کو متاثر کیا۔انھوں نے اپنے لیے جو نثری اسلوب منتخب کیا، وہ مصطفیٰ لطفی منفلوطی کا اسلوب تھا۔

منفلوطی کے اسلوب سے وہ بہت متاثر تھے۔اسی لیے انھوں نے اسی کی پیروی کی اور پھر اس میں اپنا رنگ ملا کر ایک الگ نثری اسلوب پیدا کرلیا۔ایسا اسلوب جس میں موضوع کو نہایت سادگی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔الفاظ و تعبیرات بہت جنچے تلے استعمال کیے جاتے ہیں۔جذباتیت اور خطابی انداز سے دوری اختیار کی جاتی ہے اور پوراز ور نہایت متین انداز میں اپنی بات کو قاری تک منتقل کرنے پر دیا جاتا ہے۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مطابق وہ نثر وانشا کے ایک مستقل مدرسے کی حیثیت رکھتے ہیں، جس میں بے شمار ادبا اور تلامذہ اُن کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیے ہوئے اور ان کی راہ پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ویسے تو طٰہٰ حسین کا خوب صورت اسلوب اُن کی ہر تحریر میں نظر آتا ہے،لیکن اُن کی آپ بیتی الأیام میں یہ رنگ بہت نکھرا ہوا محسوس ہوتا ہے۔نمونے کے طور پر الأیام کے کچھ اقتباسات کا لطف اٹھائیے۔وہ لکھتے ہیں:

""کان من أول أمره طُلَعَةً لا یحفل بما یلقی من الأمر فی سبیل أن یستکشف ما لا یعلم، وکان ذلک یکلفه کثیراً من الألم والعناء، ولکن حادثة واحدة جدت میله إلی الاستطلاع، وملأت قلبه حیاء لم یفارقه إلی الآن، کان جالساً إلی العشاء بین إخوته وأبیه، وکانت أمه کعادتها تشرف علی حفلة الطعام، ترشد الخادم و ترشد أخواته اللاتی کن یشارکن الخادم فی القیام بما یحتاج إلیه الطاعمون، وکان یأکل کما یأکل الناس، ولکن لأمر ما خطرله خاطر غریب! ما الذي یقع لو أنه أخذ اللقمة بکلتا یدیه بدل أن یأخذها کعادته بید واحدة؟ وما الذي یمنعه من هذه التجربة؟ لا شیٔ، وإذن فقد أخذ اللقمة بکلتا یدیه وغمسها من الطبق المشترک ثم رفعها إلی فمه، فأما إخوته فأغرقوا فی الضحک، وأما أمه فأجهشت بالبکاء، وأماأبوه فقال فی صوت هادئ حزین ما هکذا تؤخذ اللقمة یا بنی..
وأما هوفلم یعرف کیف قضی لیلته۔

من ذاک الوقت تقیدت حرکاته بشیٔ من الرزانة والإشفاق والحیاء لا حدله، و من ذلک الوقت عرف لنفسه إرادة قویة، ومن ذلک الوقت حرم علی نفسه ألواناً من الطعام لم تبح له إلا بعد أن جاوز الخامسة والعشرین، حرم علی نفسه الحساء والأرز وکل الألوان التی‌توکل بالملاعق، لأنه کان یعرف أنه لا یحسن اصطناع اللعقة،

وكان يكره أن يضحك إخوته، أوتبكى أمه، أو يعلمه أبوه فى هدوء حزين۔

هذه الحادثة أعانته على أن يفهم حقاً ما يتحدث به الرواة عن أبى العلاء من أنه أكل ذات يوم دبساً، فسقط بعضه على صدره وهو لا يدري، فلما خرج إلى الدرس قال له بعض تلاميذه: يا سيدي أكلت دبساً؟ فأسرع بيده إلى صدره وقال: نعم قاتل الله الشره! ثم حرم الدبس على نفسه طوال الحياة۔

وأعانته هذه الحادثة على أن يفهم طوراً من أطوار أبى العلاء حق الفهم، ذلک أن أبا العلاء كان يتستر فى أكله حتى على خادمه ، فقد كان يأكل فى نفق تحت الأرض، وكان يأمر خادمه أن يُعد له طعامه فى هذا النفق ثم يخرج، ويخلو هو إلى طعامه فيأخذ منه ما يشتهى، وقد زعموا أن تلاميذه تذاكروا مرة بطيخ حلب و جودته، فتكلف أبو العلاء وأرسل إلى حلب من اشترى لهم منه شيئاً فأكلوا، واحتفظ الخادم لسيده بشيٍ من البطيخ وضعه فى النفق، وكأنه لم يضعه فى المكان الذي تعود أن يضع فيه طعام الشيخ، وكره الشيخ أن يسأل عن حظه من البطيخ، فلبث البطيخ فى مكانه حتى فسد ولم يذقه الشيخ۔""

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

""كانت أيام السفينة الستة طوالاً ثقالاً، قد ألقى عليها الحزن غشاءاً شاحباً بغيضاً، فلم يجد الصاحبان فيها للذة السفر وراحته طعماً، وإنما كان الهم يصبحهما ويُمسّيهما وكان خيبة الأمل حديثه فى النهار حين يلتقيان، وحديث نفسيهما فى الليل حين يفترقان، وما لهما لا يشقيان بهذه العودة المفاجئة، وأحدهما قد أنفق فى باريس أعواماً طويلاً، ثم لم يُحقق من آماله شيئاً وإنما همّ ولم يفعل، فتعلّم الفرنسية واختلف إلى الدروس وأخذ يتهيأ لإعداد رسالته التى ينال بها درجة الدكتوراه، وإذا الحرب تردّه عن ذلک رداً، فإذا عاد إلى

فرنسا واستأنف ما كان فيه من استعداد للرسالة والامتحان ردّته الأزمة المالية التى أدركت الجامعة إلى وطنه خائباً فارغ اليدين، ولم يصنع شيئاً ولم يظفر بشيء.

ولو قد التمس لنفسه عملًا حين تخرّج فى دار العلوم ولم يتكلّف ما تكلّف من السفر والغربة، لكان فى ذلك الوقت معلماً فى هذه المدرسة أو تلك من مدارس الدولة، ولكنه يرى نفسه ضائعاً لا يكاد يدنو من الغاية حتى يُصدّ عنها صداً، تصدُّه الحرب مرة، و تصدُّه الأزمة المالية مرة أخرى، وهو يعود إلى مصر ليعيش فيها فارغاً لا يدري ماذا يعمل ولا يعرف كيف يكسب القوت.

وأما الآخر فقد جدّ وكدّ واحتمل الشقة والعناء، وداعب الأحلام والآمال، حتى إذا أشرف على البعثة ولم يكن يقدِّر أنه سيشرف عليها ردّه عنها إعلان الحرب، فعاش شهراً عيالًا على أبيه وأخيه وذاق مرارة الحياة التى لا تُغنى عنه وعن غيره شيئاً، ثم أتيحت له البعثة فأقبل على عمله مغتبطاً سعيداً يكاد يفرجه النشاط من إهابه، وقد حاول من أمور الدرس ما أتيح له فيه كثير من التوفيق، حتى ظن أنه بالغ ما يريد، ثم عرض له أثناء إقامته فى فرنسا ما أحيا فى نفسه آمالًا لم تكن تتطرله ببال، فهو قد عرف أنه يستطيع أن يكون كغيره من الناس، بل خيراً من كثير من الناس، يحيا حياة فيها رضى وغبطة، وفيها نعمة وبهجة، وفيها سكون إلى هذه الرحمة التى كان قد استيأس منها والتى كان أبو العلاء قد ألقى فى روعه أنه لن يذوقها ما أعشى، وإذا الأيام تدنيه منها أو تدنيها منه.""

5.5.5 تصانیف

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے تقریباً چار درجن تصانیف علمی دنیا کی نذر کیا۔ ان میں سے کئی تصنیف ایک سے زائد جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں:

1- الأيام، ثلاثة أجزاء

2- حديث الأربعاء، ثلاثة أجزاء، عالج فيها الأدب والأدباء

3- على هامش السيرة، ثلاثة أجزاء

4- الشيخان: (أبوبكر و عمر)
5- الفتنة الكبرى (عثمان)
6- على وبنوه
7- فى ا لأدب الجاهلى
8- فصول فى ا لأدب والنقد
9- من حديث الشعر والنثر
10- الوعد الحق
11- بين بين
12- مرآة ا لإسلام
13- مع المتنبى
14- أبوالعلاء المعري
15- المعذبون فى ا لأ رض
16- جنة الشوك
17- مرآة الضمير ا لأدبى
18- جنة الحيوان
19- ألوان
20- صوت باريس
21- لحظات
22- نفوس للبيع
23- خصام ونقد
24- من بعيد
25- من أدبنا المعاصر
26- حافظ وشوقى
27- أديب
28- أحاديث
29- الحب الضائع
30- دعاء الكروان
31- شجرة البؤس
32- القصر المسحور

33- رحلة الربيع الصيف

34- من لغو الصيف إلى جد الشتاء

35- أحلام شهر زاد

36- ا لأدب التمثيلى

37- من ا لأدب التمثيلى اليونانى

38- اند روماك

39- قصص تمثيلية

40- القدر

41- أوديب ثيسيوس

42- قادة الفكر

43- نظام ا لأثنيين

44- مستقبل الثقافة فى مصر

45- فلسفة ابن خلدون ا لاجتماعية

46- روح التربية

5.6 اعلیٰ تنقیدی مقام

ڈاکٹر طہٰ حسین کی مجموعی خدمات میں جو پہلو ہر جگہ ابھرا ہوا نظر آتا ہے، وہ تنقیدی پہلو ہے۔ اُن کی تعلیم و تربیت جن اساتذہ کے زیر سایہ ہوئی اور انھوں نے اپنے متجسس مزاج کی وجہ سے جس اسلوب کو اپنی تحقیقات و نظریات میں اختیار کیا تھا، اُس کے نتیجے میں وہ ہر چیز کو ناقدانہ نظر سے دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے۔ بسا اوقات اُن کی یہ نظر غلو آمیز رنگ میں ظاہر ہوتی اور بہت سی ایسی باتیں اُن کے قلم سے نکل جاتیں، جو کسی طرح خواص کے نزدیک قابل قبول نہ ہوتیں۔ وہ خواہ اپنی آپ بیتی لکھیں، سیرت و سوانح کو موضوع بنائیں یا کسی اوسط درجے کے ادبی مضامین لکھیں، ہر جگہ اُن کا تنقیدی مزاج اپنا اثر دکھاتا نظر آتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ اُن کے اِسی مزاج کی وجہ سے اُن کی تحریروں میں ہمیں ایک طرح کی نشتریت ملتی ہے۔

في الشعر الجاهلي میں ڈاکٹر طہٰ حسین نے ڈیکارٹ کے راستے پر چلتے ہوئے ہر چیز کو شک کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کی حتیٰ کہ انھوں نے زمانۂ جاہلیت کی شاعری کے استناد اور شعرائے جاہلی کی طرف اس کے انتساب پر بھی سوال کھڑے کر دیے۔ اس بحث کے دوران اُن کے قلم سے بعض جملے بہت سخت اور سطحی قسم کے بھی نکل گئے۔ لہٰذا علمی و ادبی دنیا میں اس پر واویلا مچنا فطری تھا۔ اُن کے معاصر ادبا و شعراء اور عربی زبان و ادب کے اسکالرز کی جانب سے اُن کی شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ امیر شکیب ارسلان، احمد لطفی السیّد، مصطفیٰ صادق رافعی محمود شاکر اور عبد العزیز میمنی جیسے چوٹی کے ادبا نے اُن کے نظریات کی شدید مخالفت کی۔ علمائے ازہر نے بھی

اسی مخالفت میں حصہ لیا۔ اس طرح یہ ادبی معرکہ ہر خاص و عام تک پہنچ گیا اور طٰہٰ حسین ہر طرف مطعون ہوئے۔ انھیں یونی ورسٹی کی سربراہی کی ذمے داری سے بھی سبک دوش ہونا پڑا۔ بعد میں انھوں نے في الأدب الجاهلي کے نام سے دوبارہ کتاب شائع کی اور اس سے متنازع جملوں کو حذف کر دیا۔

اس کے علاوہ اُن کے تین بڑے تنقیدی کارنامے ابوالعلا المعري، حافظ وشوقی اور مع المتنبي کی شکل میں سامنے آئے۔ یہ تینوں کتابیں عربی تنقید کے میدان میں شوق کے ہاتھوں سے لی گئیں اور برسوں بحث و مباحثے کا موضوع بنی رہیں۔ خاص طور پر ابوالعلا المعري کو طٰہٰ حسین کی تنقید کے شاہ کار (Master Piece) کی حیثیت سے دیکھا گیا۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب تھی، جس میں معری کی بازیافت کی کوشش کی گئی تھی۔ چوں کہ یہ بازیافت طٰہٰ حسین جیسے عظیم فن کار کے ذریعے ہو رہی تھی، اس لیے اس کی اہمیت دوچند ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی عرب جامعات اور ادبی مراکز میں اس کتاب کو بحث و تحقیق کا موضوع بنایا جاتا ہے۔
اس کتاب کے منہج کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

> ""جعلت درس أبی العلاء درساً لعصره واستنبطت حیاته مما أحاط به من المؤثرات ولم أعتمد علیٰ هذهِ المؤثرات الأجنبیة وحدها، بل اتخذت شخصیة أبی العلا مصدراً من مصادر البحث، بعد أن وصلت إلیٰ تعیینها و تحقیقها وعلیٰ ذلک فلست فی هذا الکتاب طبعیاً فحسب، بل أنا طبعی نفسی، أعتمد فیه ما تنتج المباحث الطبعیة و مباحث علم النفس معاً۔""

5.7 اعتراضات

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے علمی کاموں کی نوعیت کچھ ایسی رہی ہے کہ اُن کی زندگی میں ہی اُن کے اوپر اعتراضات کیے جانے لگے تھے۔ سچ یہ ہے کہ یہ اعتراضات آج بھی اسی طرح باقی ہیں۔

ان میں سے پہلا اعتراض وہ ہے، جو پیچھے اکائی کے جزء 5.6 کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ وہ یہ کہ طٰہٰ حسین نے بعض فلسطینیوں، مستشرقوں اور اپنے یورپی اساتذہ سے متاثر ہو کر عربی زبان و ادب کی قدیم اساس کو مشکوک کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کی کتاب في الشعر الجاهلي میں اس طرح کے نظریات ملتے ہیں۔ اُن کے تشکیکی نظریات کا جواب اُس دور کے ممتاز ادبا میں سے امیر شکیب ارسلان، احمد لطفی السیّد اور مصطفیٰ صادق رافعی نے دیا تھا۔

طٰہٰ حسین کے علمی سرمایے پر ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ مصری ہونے کے باوجود اپنی اصل سے وابستہ رہنے کے بجائے یورپ کی اندھی تقلید کی دعوت دیتے ہیں۔ مغربی ادبی و تنقیدی نظریات سے لے کر سماجی نظریات تک، ہر چیز میں وہ مغرب کو ہی لائق

تقلید قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ اُن کا وطن مصر دنیا بھر میں اپنی قدیم تاریخ اور تہذیب و ثقافت کے لیے جانا جاتا ہے۔ اپنی کتاب مستقبل الثقافۃ في مصر میں اس قسم کے نظریات خاص طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مقام پر وہ کھلے لفظوں میں مغربی تہذیب کو اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

""أن نسير سيرة الأوربيين ونسلک طريقهم لنکون لهم أنداداً
ولنکون لهم شرکاء فی الحضارة، خيرها و شرها، حلوها و مرّها،
وما يحب منها وما يکره، وما يحمد منها و مايعاب۔""

آگے لکھتے ہیں:

""وأن نشعر الأوربی بأننا نری الأشياء کما يراها و نقدم الأشياء کما
يقدمها ونحکم علیٰ الأشياء کما يحکم عليها۔""

ظاہر سی بات ہے کہ اِس طرح کے نظریات کو قبول نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مذہبی حلقوں کی جانب سے بھی ان نظریات کی سخت تردید کی گئی اور قوم پرست ادبی حلقوں نے بھی ان کی مذمت کی۔ ہندستانی اہل علم میں سے علامہ عبدالعزیز میمنی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اُن پر سخت تنقیدیں کیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے طٰہٰ حسین کے علمی و ادبی مقام کے اعتراف کے ساتھ لکھا ہے:

""لقد کان من المتوقع، ومن المعقول جداً أن مثل الدکتور طه حسين
صاحب الشخصية القوية فی الأدب والعلم، الذي حفظ القرآن فی
الصغر، و درسه فی الکبر، و تعلم فی الأزهر و تطرفی العلوم
والآداب نظرة حرة واسعة، ورأی شقاء أوربا بحضارتها المادية
وفلسفتها الإلحادية، وحکومتها القومية، وتذمر مفکريها والعلماء
الأحرار فيها، و درس تاريخ العرب والسيرة المحمدية دراسة تذوق
وإتقان، ولقد کان من المتوقع المعقول جداً، أن يدعو مصر إلی
الاستقلال الفکري والحضاري، وتربية شخصيتها الإسلامية
العربية، والنهوض برسالتها العظيمة التی تستطيع أن تحدث
انقلاباب فی الأوضاع العالمية، وتمنح مصر مرکز الزعامة والقيادة
والتوجيه حتی ولو کانت مصر جزاءاً من العالم الغربی وقطعة من
أوربا، فالرسالات السماوية الإنسانية أسمی وأوسع وأبقی من
الحضارات وهی غنية عن الحدود الجغرافية والأدوار التاريخية،

وإذا فعل ذلک، وقام بهذه الدعوة کان رائد النهضة الفکرية الحقيقية والثرة المصرية المبارکة، واتفق ذلک مع مواهبه العظمية کل ا لاتفاق۔

ولکن کان من نتائج تغلغل الثقافة الغربية فی الطبقة المثقفة فی العالم ا لإسلامی وسيطرتها علی التفکير والمشاعر، وضعف المجتمع ا لإسلامی وسيطرتها علی نلتفکير والمشاعر، وضعف المجتمع ا لإسلامی الذي نشأ وعاش فيه طه حسين، أنه قام يدعو مصر إلی اعتبار نفسها جزء اً من الغرب، ويجند کل ذکائه وإنشائه ودراسته التاريخية ا لإثبات أن العقلية المصرية عقلية أوربية، أو قريبة قرباً شديداً من ا لأوربية، ولها اتصال وثيق ، بالعقلية اليونانيه، وبعيدة کل البعد عن العقلية الشرقية، وهی منذ قديم الزمان، وهی منذ العهد الفرعونی لم تتأثر بالطارئ عليها فی أي عصر، فلم تتغير بالفرس، و لا بالرومان، و لا بالعرب وا لإسلام، و

""إن العقل المصري منذ عصوره ا لأولی عقل إن تأثر بشئٍ فإنما يتأثر بالبحر ا لأبيض المتوسط، وأن تبادل المنافع علی اختلافها فإنما يتبادلها مع شعوب البحر ا لأبيض المتوسط۔""

5.8 خلاصہ

ڈاکٹر طٰہٰ حسین بیسوی صدی کے اُن مایہ ناز ادبا میں ہیں، جنھوں نے اپنے دل کش اسلوب، سنجیدہ انداز تخاطب اور متنوع موضوعات پر قلم اٹھا کر علمی دنیا پر دور رس اثرات مرتب کیے۔ اُن کی خدمات میں تنوع اور جدت پائی جاتی ہے۔ اسی لیے اُن کی تحریریں عرب دنیا میں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں اور ان کا ایک مستقل حلقۂ علم وجود میں آ گیا۔

مزاجی تصلب اور مغربی نظریات سے سخت متأثر ہونے کی وجہ سے طٰہٰ حسین کے قلم سے بہت سی ایسی تحریریں بھی نکلیں، جنھوں نے علمی دنیا میں ایک اضطراب پیدا کر دیا۔ خود طٰہٰ حسین کو بھی سخت مخالفتوں اور اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے باوجود دنیائے علم و ادب میں اُن کا ایک مخصوص علمی و ادبی مقام موجود ہے، جہاں تک پہنچنا عام حالات میں کسی دوسرے کے لیے سخت دشوار نظر آتا ہے۔ عربی ادب وتنقید کی تاریخ کا مطالعہ طٰہٰ حسین کے بغیر مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

8.9 نمونے کے امتحانی سوالات

تین سطروں میں جواب دیجیے:

1- طٰہٰ حسین کا سنِ ولادت اور وفات کیا ہے؟

2- طٰہٰ حسین کی تین مشہور کتابوں کے نام لکھیے۔

3- سیرت وسوانح کے ذیل میں طٰہٰ حسین کی لکھی ہوئی کتابیں کون کون سی ہیں؟

پندرہ سطروں میں جواب دیجیے:

1- طٰہٰ حسین کی زندگی پر ایک جامع نوٹ لکھیے۔

2- تنقیدی میدان میں طٰہٰ حسین کا مقام واضح کیجیے۔

3- طٰہٰ حسین پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ لیجیے۔

5.10 مطالعے کے لیے معاون کتابیں

1- الأدب المعاصر فی مصر، شوقی ضیف

2- أعلام الأدب العربی المعاصر، سید واضح رشید الندوي

3- محاكمة فكر طٰه حسين، انور الجندي

4- طٰه حسين فی ميزان العماء والأدباء، محمود مهدي

5- الأعلام، خيرالدين الذركلی

5.11 مشکل الفاظ کی فرہنگ

تصلب	سختی، شدت
انمٹ	کبھی نہ مٹنے والے
ہاتھوں ہاتھ لیا جانا	مقبول ہونا
لائق تقلید	پیروی کیے جانے کے لائق